بندگی کے تین درجات، عبادت، عبدیت اور عبودیت

لیلۃ القدر کے موقع پر شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

(تیسری قسط)

مرتّب: صاحبزادہ محمد حسین آزاد   معاونت: مصباح کبیر

تیسرے درجے میں بدنی عبادت یا عبادت الجورح آتی ہے جن میں نماز، روزہ، حج اور دیگر واجبات اور اعمال صالحہ شامل ہیں۔ جن کی انجام دہی ہمارے ذمے آتی ہے یہ ساری بدنی عبادتیں ہیں۔ تلاوت قرآن لسانی اور بدنی عبادت بھی ہے۔ آپ اس 27 ویں شب میں بیٹھے ہیں یہ لسانی اور بدنی عبادت بھی ہورہی ہے۔ اسی طرح رمضان کے 30 دن روزے رکھے، رات کو قیام کیا، قرآن کی تلاوت کی تو یہ لسانی اور بدنی عبادت ہے۔ اسی طرح بدنی محرمات بھی ہیں جن میں بری جگہ پر دیکھنا، برا کلام کرنا، برافعل کرنا، بدکاری کرنا، کسی پر ظلم کرنا، کسی کی حق تلفی کرنا، کسی کو مارنا، کسی کی جان لینا، کسی کی چوری کرنا، مال کم تولنا، معاملے میں دھوکہ دینا، لین دین میں خرابی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ آج ہماری تو حالت یہ ہوچکی ہے کہ کسی کی دہشت گردی میں موت واقع ہوجائے تو ہم اسے بھی لوٹنے سے باز نہیں آتے۔ ہمیں اپنے کردار وعمل پر غور کرنا ہوگا۔

چوتھے درجے پر مالی عبادت ہے اس میں زکوۃ اور جمیع صدقات وخیرات شامل ہیں۔ جس کے لئے قرآن حکیم نے فرمایا:

وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ وَالسَّآئِلِیْنَ وَفِی الرِّقَابِ. (البقرہ، ۲: ۱۷۷)

’’اور اللہ کی محبت میں (اپنا) مال قرابت داروں پر اور یتیموں پر اور محتاجوں پر اور مسافروں پر اور مانگنے والوں پر اور (غلاموں کی) گردنوں (کو آزاد کرانے) میں خرچ کرے‘‘۔ (عرفان القرآن)

اس آیت مبارکہ کو موجودہ حالات کی روشنی میں دیکھا جائے تو اب اس وقت پاکستان میں جو سیلاب کی کیفیت ہے اس میں لوگ بے گھر ہوگئے ہیں جو مسافر کی مانند ہیں اور مسافر سے زیادہ مسافرت ہے جن میں ان کی محتاجی بھی آگئی ان کی مسکنت اور فقیری بھی آگئی، وہ بے گھر، بے تجارت اور بے وسیلہ بھی ہیں۔ کتنی شقیں

قرآن پاک کی ان پر صادر آتی ہیں۔ لہذا اللہ کی محبت میں ان پر مال خرچ کرنا یہ act of Charity ہے اور عبادت ہے، یہ محبت ہے۔ اس آیت مبارکہ کے شروع میں فرمایا گیا تھا۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ. (البقرہ، ۲:۱۷۷)

''نیکی صرف یہی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیر لو بلکہ اصل نیکی تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور (اللہ کی) کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لائے''۔(عرفان القرآن)

آیت کے اس حصے میں ہمیں عبادت کا وسیع تصور دیا گیا کہ عبادت تسبیح پکڑ کر مسجد میں آنے کا نام نہیں ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اگر ضرورت مندوں، مسکینوں، یتیموں کا خیال نہ کیا تو عبادت نہیں کی بلکہ اللہ کے دین کو جھٹلایا، نماز پڑھی مگر محتاجوں کی پرواہ نہ کی، بھوکوں کے لئے دستر خوان نہ بچھایا، ان کے کھانے اور دیگر ضرورتوں کی کفالت نہیں کی تو تم نے دین کو جھٹلایا۔ سورۃ الماعون اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ. (الماعون:۷) ''اور وہ برتنے کی معمولی سی چیز بھی مانگے نہیں دیتے''۔

لہذا معمولی برتنے کی چیزیں بھی اگر تم نے حاجت مند لوگوں اور اپنے پڑوسیوں سے روکے رکھیں تو اللہ کے دین کو جھٹلایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم تو کپ، گلاس اور ہنڈیا کو بھی الماعون میں شامل کیا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو دین، مصطفیٰ ﷺ نے اس امت کو عطا کیا تھا وہ تو یہ تھا جسے آج ہم نے صرف آخرت تک محدود کر دیا ہے۔

لہذا جس نے اپنا مال سیلاب زدگان پر، غریبوں پر، یتامیٰ پر، بے سہاروں پر، محتاجوں پر، مسافروں پر خرچ کیا تو یہ عمل عبادت ہے بلکہ اللہ تعالیٰ تو اس کو ایمان کے درجے میں شامل کرتا ہے اور پھر صرف انسانوں کے ساتھ ہی یہ سلوک عبادت میں شامل نہیں ہے بلکہ یہ حسن سلوک اگر آپ نے حیوانوں اور جانوروں، کتوں، بلیوں، چڑیوں کے ساتھ بھی کیا تو عبادت میں شمار ہوگا۔ لہذا ہر وہ عمل عبادت ہے جس پر قیامت کے دن اجر دیا جائے گا یا ہر وہ عمل جو قیامت کے عذاب سے آپ کو بچالے گا وہ عبادت ہے۔

ایک متفق علیہ حدیث میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بیان فرمایا کہ پہلے زمانے میں ایک خاتون کو عذاب جہنم دیا گیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیوں؟ فرمایا: صرف اس وجہ سے کہ اس کے پاس بلی تھی جس نے اس عورت کا کوئی نقصان کیا ہوگا مگر

عورت نے غصے میں آکر اس بلی کو سزا دی اور اسے باندھ کے رکھا۔ نہ اسے آزاد کیا نہ اسے خوراک اور پانی دیا جس کی وجہ سے وہ بلی مرگئی۔ اس بلی پر ظلم کی وجہ سے اللہ رب العزت نے اس عورت کو جہنم کا عذاب دیا۔

اسی طرح ایک اور متفق علیہ حدیث میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ ایک شخص نے ایک کتے کو دیکھا جس کی زبان باہر نکلی ہوئی تھی اور وہ پیاس سے مررہا تھا اور کنویں کے اردگرد گھوم رہا تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ وہ مٹی چاٹ رہا تھا۔ نہایت بری حالت میں تھا۔ ایک حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بدکار عورت تھی دوسری حدیث میں ایک مرد کا ذکر آتا ہے۔ دونوں متفق علیہ حدیثیں ہیں کہ اس شخص یا عورت نے کنویں سے پانی نکال کے اس کو پلادیا جس سے اس کی جان بچ گئی۔

آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ اس کتے کی جان بچانے کے عمل پر اللہ رب العزت نے اس کی بخشش کردی۔ گویا مرتے ہوئے پیاسے کتے کو اللہ کی رضا کے لئے پانی پلایا۔ اللہ کو یہ فعل پسند آیا کتے کو پانی پلانے سے جب اس کی مغفرت کی گئی تو گویا اس عمل پر اجر ملا اور جس عمل پر اجروثواب ملے وہ عمل عبادت ہے اور جس عمل پر آخرت میں عذاب ملے اس کا ترک کرنا عبادت ہے۔ گویا کتے کو پانی پلانا بھی عبادت بن گیا تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے سے بھی ہمیں اجر ملتا ہے۔ فرمایا: ہر وہ مخلوق جو زندہ اور جاندار ہے اس کے ساتھ بھلائی کرنے پر اجر ملتا ہے۔ گویا ہر جاندار خواہ وہ بہائم میں سے ہو یا حیوانات اور پرندوں میں سے ہو کے ساتھ بھلائی کا عمل کرنا عبادت ہے۔

حتی کہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے نباتات کے بارے میں فرمایا جس شخص نے درخت اگایا یہ بھی عبادت ہے۔ دوسری طرف ہمارا کردار اور ہماری سوچ کیا ہے؟ کبھی قومی سطح پر ہم میں سے کسی نے سوچا کہ ہم کوئی درخت لگادیں جس سے Temperature کم ہوجائے گا۔ چونکہ دھوپ کی شدت لوگوں کے مزاجوں میں بھی انتہائی گرمی پیدا کردیتی ہے اور چھوٹی سی بات میں لوگ چاقو، بندوقیں اور لاٹھیاں نکالتے ہیں۔ مارپیٹ پہ آجاتے ہیں۔ سخت مسالے والے اور مرچوں والے کھانے نے بھی اس قوم کا بیڑہ غرق کردیا ہے۔

آپ کو پاکستان اور انڈیا سے باہر دنیا میں کہیں مرچیں نہیں ملیں گی۔ لہذا ہمارے مزاجوں میں بھی گرمی آگئی ہے۔ اس چیز کو دور کرنے کے لئے اللہ نے عبادت کے آسان راستے بتائے ہیں اور فرمایا درخت اور باغ لگاؤ۔ اس ملک میں سترہ کروڑ کی آبادی ہے اگر ہر شخص اس کی بیوی، بچے اپنا درخت اگائیں تو اس طرح 17 کروڑ درخت لگ جائیں گے اور سترہ کروڑ درختوں کے لگنے سے اتنی ہریالی اور اتنا سایہ ہوگا کہ Society کو

سازگار ماحول ملے گا جو جسمانی صحت کے لئے بھی اور سخت مزاج کے خاتمے کے لئے بھی مفید ثابت ہوگا۔ اس سے Temperature کم ہوگا۔ ٹھنڈک آئے گی۔ باہر کی دنیا میں گھروں کے سامنے بھی درخت اگائے جاتے ہیں۔ کوئی انہیں مالک کی اجازت کے بغیر کاٹ نہیں سکتا۔ خواہ درخت اتنے بڑے ہوجائیں کہ آپ کا گھر نظر آنا بھی بند ہوجائے پھر بھی آپ درخت نہیں کاٹ سکتے۔ ہماری Society میں کسی کی گردن کاٹنا (معاذ اللہ) آسان ہے۔ جبکہ مغربی Society میں درخت کاٹنا بھی منع ہے۔ مغربی Society میں آپ کسی کے کتے اور بلی کو Touch نہیں کرسکتے اور نہ ہی مار سکتے ہیں جبکہ یہاں بے دریغ انسانی خون بہادیں تو کسی کو کوئی پرواہ نہیں۔ ہمارے لئے رسول پاک ﷺ کی تعلیم یہ ہے آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جس شخص نے ایک درخت اگایا۔ اس نیت سے کہ لوگ اس کے سائے میں آکے بیٹھیں گے اور اس کا پھل کھائیں گے تو یہ اللہ کے حضور عبادت بھی ہے، صدقہ و خیرات بھی ہے۔

میں تحریک منہاج القرآن سے وابستہ تمام لوگوں کو آج حکم کرتا ہوں پورے ملک میں اور پوری دنیا میں ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ ایک درخت لگائے۔ پھلدار درخت ہوسکے تو بہتر ہے ورنہ سایہ دار درخت لگائے۔ پھلدار درخت ہوگا تو لوگوں کو دو نفع پہنچیں گے ایک سایہ بھی ملے گا اور دوسرا رزق اور پھل بھی ملے گا اور اگر پھل دار درخت دستیاب نہیں مہنگا ہے تو کم سے کم سادہ درخت اگائیں۔ لوگوں کو کم از کم سایہ اور سبزہ تو ملے۔ بخاری و مسلم کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آقاؐ نے فرمایا اگر ایک شخص نے راستے سے پتھر اٹھا کر پھینک دیا اس خیال سے کہ چلنے الوں کو ٹھوکر نہ لگے تو یہ بھی عبادت ہے اور ایمان کا حصہ ہے۔

یہ تمام اعمال قلبی، لسانی، بدنی اور مالی عبادتیں ہیں اور آج کل تو چونکہ سیلاب زدگان کے حوالے سے پاکستان پر بہت بڑی آفت اور مشکل وقت ہے۔ لہذا اس وقت ضرورت ہے کہ ہر فرد جہاں باقی عبادتوں کا حق ادا کرے وہاں مالی عبادت بھی کرے اور سیلاب زدگان پر خرچ کرے۔ تحریک منہاج القرآن نے اسی وجہ سے اجتماعی اعتکاف منسوخ کردیا اور وہ ہزارہا معتکفین جو آیا کرتے تھے ان کو سیلاب زدگان کی مدد کے لئے بھیجا گیا اور باقاعدہ عید بھی ان کے ساتھ گزارنے کی تلقین کی گئی۔ علاوہ ازیں اپنی تحریک سے وابستہ ہر شخص کو میں نے کہا کہ ان کے لئے پابندی ہے کہ وہ عید کی کوئی خریداری نہ کریں اور وہ رقم بھی سیلاب زدگان اور محتاجوں کی مدد کے لئے خرچ کریں۔ اگر اس طرح کا طرز عمل ہم اپنی پوری زندگی میں اپنالیں تو آپ کا ہر لمحہ عبادت میں بسر ہو۔ سچ بولیں، پورا تولیں، وعدہ وفا کریں، دوسرے کے لئے خیر کا کلمہ بولیں، دوسروں پر رحم کریں، چھوٹوں پر شفقت کریں، بڑے

کی عزت کریں، پڑوسی کا حق ادا کریں، ظلم کو روکیں، مظلوم کی مدد کریں، یہ ساری عبادتیں ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ بھی عبادت اس لئے ہیں کہ بندہ اس طرح کا انسان بن سکے کہ اس کا دل درد مند دل بن جائے، دوسرے کے لئے نفع بخش انسان بن جائے، انسانیت کے لئے فائدہ مند ہوجائے۔ وہ بااخلاق، میٹھا کلام کرنے والا، وعدہ ایفاء کرنے والا، شفقت و رحمت کرنے والا، صدق و اخلاص کا پیکر ہو بلکہ پورے معاشرہ کے لئے اسکا وجود رحمت، محبت اور خیر کا چشمہ بن جائے۔ یہ تمام عبادات اور فرائض دین اس لئے ہیں تاکہ بندے میں یہ تبدیلی لاسکیں اور اس تبدیلی سے انسان کو بلند درجات نصیب ہوسکیں۔

صحیح مسلم، مسند امام احمد بن حنبل، طبرانی اور دیگر کتب حدیث میں بھی ہے اور میں نے اپنی حدیث کی کتاب ''روضۃ السالکین فی مناقب الاولیاء والصالحین'' میں پورے دو باب بنا کر درجنوں احادیث درج کی ہیں۔ آقا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ بڑے بڑے اولیاء و صالحین اور ولایت میں بڑے بلند مقام پانے والے ابدال جنت میں جائیں گے مگر کثرت صوم وصلوۃ کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے وہاں پہنچنے کا سبب ''سلامۃ الصدور اور سخاوۃ النفس ہوگا'' یعنی ان کے دل سخی ہوں گے اور ان کے سینے اور ان کے دل برائیوں اور برے خیالات سے پاک ہوں گے۔ دلوں اور سینوں کی سلامتی، نفوس کی سخاوت، لوگوں کی ہمنوائی، لوگوں کی بھلائی چاہنا اور لوگوں کی مدد کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان اولیاء اور ابدالوں کو بلند مقام عطا فرمائے گا۔

جیسے انصار کے بارے میں قرآن پاک کی سورۃ الحشر آیت نمبر۹ میں ارشاد فرمایا گیا:

وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُالدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ.

(الحشر، ۵۹:۹)

''(یہ مال اُن انصار کے لیے بھی ہے) جنہوں نے اُن (مہاجرین) سے پہلے ہی شہرِ (مدینہ) اور ایمان کو گھر بنالیا تھا۔ یہ لوگ اُن سے محبت کرتے ہیں جو اِن کی طرف ہجرت کر کے آئے ہیں۔ اور یہ اپنے سینوں میں اُس (مال) کی نسبت کوئی طلب (یا تنگی) نہیں پاتے جو اُن (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اور اپنی جانوں پر انہیں ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود اِنہیں شدید حاجت ہی ہو، اور جو شخص اپنے نفس کے بُخل سے بچالیا گیا پس وہی لوگ ہی بامراد و کامیاب ہیں''۔ (عرفان القرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا کہ انصار نے بے گھر ہوکر آنے والوں کو سہارا دیا اور ان

کو اپنی جانوں پر ترجیح دینے کے باعث یہ بلند رتبہ مومن بن گئے۔ لہذا جو دوسروں کو اپنی جان پر ترجیح دیتے ہیں دوسرے کے لئے بھلائی سوچتے ہیں ان کے لئے بھی اپنی طرح سوچتے ہیں جس طرح وہ اپنی جان کے لئے سوچتے ہیں تو وہی بلند درجہ مومن ہوتے ہیں۔

حاضرین محترم! یہ وہ تصور عبادت ہے کہ اگر ہم اس Comprehensive تصور کو زندگی میں نہیں لاتے اور ایک Complete change اپنے اندر پیدا نہیں کرتے تو گویا ہم عابد بندے نہیں ہیں کیونکہ ہم نے بندگی کا پہلا قدم ہی نہیں اٹھایا۔ اس عبادت کے بعد اگلا درجہ آتا ہے عبدیت کا۔ اس کے بعد عبودیت ہے۔ اگر بندہ کی پوری زندگی اللہ کے جملہ احکام کے تابع ہوجائے تو وہ عبادت کر رہا ہے اور پھر اگر اس بندے کے دل کا حال بھی اللہ کی رضا کے مطابق ہوجائے اور ایسی حالت میں کبھی داخل نہ ہو جو اللہ کو ناپسند ہے۔ تو وہ بندہ مقام عبدیت پر پہنچ جاتا ہے اور اگر بندے کا بدن، اس کا قلب اور اس کی روح بھی ہمہ وقت اس دنیا کی رغبتوں سے تارک ہوکر ہمہ وقت اللہ کے ساتھ مالائے اعلیٰ میں جڑی رہے اور اللہ کی رضا کے ساتھ متعلق اور متصل رہے تو بندہ عبدیت کے مقام سے بلند ہوکر عبودیت کی منزل پہ پہنچ جاتا ہے۔ لہذا عبادت کرنے والے عبد مطلق ہوتے ہیں وہ اللہ کے بندے کہلاتے ہیں اور اپنے حال قلبی اور باطنی کو اللہ کی رضا کے تابع کرنے والے یہ اللہ کے عباد مکرم بن جاتے ہیں اور اگر ظاہر، باطن، جسم، قلب و روح سب اللہ کے تابع ہوجائے تو پھر وہ بندہ اللہ کا عبد مقرب ہوجاتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسے کبھی بھی اللہ تعالیٰ عبد کہہ کر نہیں بلاتا۔ **عَبْدِیْ یَا عَبدہ** کہہ کر بلاتا ہے یا **عَبْدًا مِنْ عِبَادِنَا** کہہ کر بلاتا ہے، اس کی نسبت اپنی طرف کرکے بلاتا ہے۔ پھر وہ مطلق بندہ نہیں رہتا کیونکہ مطلق بندہ کا اطلاق قرآن مجید میں مومن و کافر کے علاوہ ہر چیز پر کیا گیا ہے۔ جیسے فرمایا:

اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا. (مریم، ۱۹ : ۹۳)

''آسمانوں اور زمین میں جو کوئی بھی (آباد) ہیں (خواہ فرشتے ہیں یا جن و انس) وہ اللہ کے حضور محض بندہ کے طور پر حاضر ہونے والے ہیں''۔ (عرفان القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر شے اللہ کی عبد ہے حتی کہ جن و انس بھی اللہ کا عبد اور بندہ ہے۔ دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ. (المومن، ۴۰ : ۳۱)

''اور اللہ بندوں پر ہرگز زیادتی نہیں کرتا''۔

یعنی خواہ مومن ہے یا کافر، ظالم ہے یا فاسق، متقی ہے یا پرہیزگار، انسان ہے یا حیوان، انس ہے یا جن سب کچھ اللہ کی عبد ہے جن پر وہ رتی برابر ظلم نہیں کرتا۔

اس کے بعد پھر جن کو اللہ پاک بزرگی اور اعلیٰ مقام دیتا ہے وہ عبد مکرم ہوجاتا ہے۔ مکرم اکرام اور تکریم سے ہے۔ یعنی ان کا درجہ بلند ہوجاتا ہے۔ وہ لوگ مقام عبادت سے بلند ہوکر مقام عبدیت میں چلے جاتے ہیں جیسے قرآن حکیم میں فرمایا گیا:

وَ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا. (الفرقان، ۲۵ : ۶۳)

''اور (خدائے) رحمٰن کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین میں آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہوجاتے) ہیں''۔ (عرفان القرآن)

آج کے دور میں یہ کہنا جہالت یا بدبختی ہے کہ سارے بندے ایک جیسے ہوتے ہیں حالانکہ بندے تو حیوان بھی ہیں اور انسان بھی ہیں اور پھر انسانوں کے بھی درجات ہیں۔ کافر بھی اللہ کا بندہ ہے۔ مومن بھی اللہ کا بندہ ہے۔ پھر متقی، فاسق و فاجر، ظالم، مظلوم جو ایک جیسے نہیں ہوسکتے مگر سارے اللہ کے بندے ہیں۔

اسی طرح قرآن حکیم کے مطابق شیطان نے اللہ رب العزت سے کہا تھا۔

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ. (الحجر، ۱۵ : ۳۹)

''اور ان سب کو ضرور گمراہ کروں گا''۔

یعنی تیرے سارے بندوں کو گمراہ کروں گا۔ رب ذوالجلال نے اس کا جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ. (الحجر، ۱۵ : ۴۲)

''بے شک میرے (اخلاص یافتہ) بندوں پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا سوائے ان بھٹکے ہوؤں کے جنہوں نے تیری راہ اختیار کی''۔ (عرفان القرآن)

پھر ایک اور مقام پر اپنے انہی بندوں کو تعلیم دیتے ہوئے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٥ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ٥ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ٥ (الفجر، ۸۹ : ۲۷ تا ۳۰)

''اے اطمینان پاجانے والے نفس! تو اپنے رب کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا

طالب بھی ہوا اور اس کی رضا کا مطلوب بھی (گویا اس کی رضا تیری مطلوب ہو اور تیری رضا اس کی مطلوب) پس تو میرے (کامل) بندوں میں شامل ہوجا اور میری جنت (قرب و دیدار) میں داخل ہوجا''۔ (عرفان القرآن)

اس پر شیطان کو کہنا پڑا۔

وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَo اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَo (الحجر، ۱۵ : ۳۹ تا ۴۰)

''اور سب کو ضرور گمراہ کرکے رہوں گا، سوائے تیرے ان برگزیدہ بندوں کے جو (میرے اور نفس کے فریبوں سے) خلاص پا چکے ہیں''۔ (عرفان القرآن)

پھر ان بندوں کا حال یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا۔ میری جنتوں میں آجاؤ جس کے نیچے پینے کے چشمے ہیں اور انہیں ان چشموں کا مالک بنادیا جائے گا۔ وہ انگلی سے جن چشموں اور نہروں کو اشارہ کریں گے وہ ان کے ساتھ ساتھ جنت میں چلا کریں گی۔ ان چشموں کے بارے میں قرآن حکیم نے فرمایا:

اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًاo عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًاo (الدھر، ۷۶: ۵ تا ۶)

''بے شک مخلص اِطاعت گزار (شرابِ طہور کے) ایسے جام پئیں گے جس میں (خوشبو، رنگت اور لذت بڑھانے کے لیے) کافور کی آمیزش ہوگی (کافور جنت کا) ایک چشمہ ہے جس سے (خاص) بندگانِ خدا (یعنی اَولیاء اللہ) پیا کریں گے (اور) جہاں چاہیں گے (دوسروں کو پلانے کے لیے) اسے چھوٹی چھوٹی نہروں کی شکل میں بہا کر (بھی) لے جائیں گے''۔ (عرفان القرآن)

اس سے معلوم ہوا کہ وہ چشمے جو جنت کے ہوں گے ان میں سے اللہ کے بندے نہ صرف پیا کریں گے بلکہ انہیں یہ درجہ دے دیا جائے گا کہ انگلی سے جس چشمے کو اشارہ کریں گے ان کے پیچھے چلیں گے۔ جنت کی نہریں ان کے پیچھے چلیں گی یعنی ان کو قدرت عطا کردی جائے گی۔ کیونکہ وہ مقام عبدیت پر فائز ہونگے۔ لہذا وہاں بھی تمام بندے ایک جیسے نہیں ہونگے۔ کچھ دور پڑے ہوں گے، کچھ جنت میں ہوں گے، کچھ شراب طہور پی رہے ہوں گے، کچھ چشموں تک پہنچنے کی آرزو کرتے ہوں گے، کچھ پیالے بھر بھر کے پیتے ہوں گے اور کچھ وہ ہونگے جو چشموں اور نہروں کو جہاں چاہیں گے بہا کے ساتھ لے جائیں۔ یہ عباداللہ کے مختلف درجات ہیں۔